دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

جولائی 66

دارالعلوم



www.jmmpak.org

Www.jmmpak.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ دار العلوم

شمارہ نمبر ۴	جولائی ۱۹۸۶ء مطابق ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ	جلد نمبر ۶۹

نگران

حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

مدیر

مولانا حبیب الرحمن القاسمی

فی پرچہ ۳/-

سالانہ ۳۰/-

سالانہ بدل اشتراک بیرون ممالک سے
سعودی عرب، کویت، ابوظبی، جنوبی و مشرقی افریقہ، برطانیہ -/160
امریکہ، کناڈا وغیرہ بھی بذریعہ ایر میل -/160

پاکستان -/60 Rs - ہندوستانی — اور بنگلہ دیش -/40 Rs ہندوستانی

مطبوعہ:- محبوب پریس دیوبند

سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہوگیا

www.jmipak.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	نگارش	مضمون نگار	صفحہ
۱	حرف آغاز	مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی	۳
۲	سیرت نبویؐ اور ہندیات	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری	۶
۳	طواف اور اس کے مختصر آداب	ڈاکٹر ماجد علی خاں جامعہ ملیہ نئی دہلی	۱۸
۴	جامع تاریخ ہند کے دو ورق	از مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی	۲۰
۵	چند الزامات کا تجزیہ	مولانا محمد اقبال رنگونی مانچسٹر	۲۸
۶	نقد روایت میں صحابہ اور تابعین کی احتیاط	مولانا محمد حنیف ملی مالیگاؤں	۳۳
۷	تعارف تبصرہ	مولانا جمیل الرحمٰن قاسمی پرتاب گڈھی	۴۷

ہندوستانی و پاکستانی خریداروں سے ضروری گذارش

(۱) ہندوستانی خریداروں سے ضروری گذارش یہ ہے کہ ختم خریداری کی اطلاع پاکر اوّل فرصت میں اپنا چندہ نمبر خریداری کے حوالہ کے ساتھ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔

۲۔ پاکستانی خریدار اپنا چندہ مبلغ ۶۰/- روپئے ہندوستانی مولانا عبدالستار صاحب مقام کرم علی والہ تحصیل شجاع آباد، ملتان، پاکستان، کو بھیج دیں اور انھیں لکھیں کہ وہ اس چندہ کو رسالہ دارالعلوم کے حساب میں جمع کرلیں۔

۳۔ خریدار حضرات پتہ پر درج شدہ نمبر محفوظ فرمالیں۔ خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر ضروری لکھیں۔

والسلام

منیجر رسالہ

www.jimpak.org

قسط ۵

مولانا محمد حنیف ملی مایگاؤں

نقلِ روایت میں صحابہ اور تابعین کی احتیاط

جب کتاب وسنت کی قدر و منزلت دلوں میں رچ بس گئی تو صحابہ نے اُسے مضبوطی سے تھام لیا اور نبی کے عنوانِ زندگی کے نقش واثر کو تلاش کرنے میں لگ گئے۔ جب آپ کے کسی عمل، ارشاد گرامی وغیرہ کا علم ثبوت کے ساتھ ہو گیا تو اس پر کاربند ہو گئے۔ اور کسی چھوٹی سی سنت کو بھی نظر انداز کرنا گوارا نہ کیا۔ چونکہ حدیث پاک قرآن کے بعد اسلامی شریعت کا سب سے اہم سرچشمہ ہے۔ اسلئے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں نقل کرنے میں غیر معمولی احتیاط برتا اس ڈر سے کہ کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ یا غیر شعوری طور پر حدیث میں کسی مفسدہ اور کذب کو راہ نہ مل جائے اور انھوں نے ایسی محفوظ راہ اختیار کی جس سے حدیث اور اس کی روشنی دنیا محفوظ رہ سکے انھوں نے روایت کے باب میں اعتدال کی راہ اپنائی بعض صحابہ نے تو کم سے کم روایت نقل کرنے کو ترجیح دی۔ علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بکثرت حدیث نقل کرنے والوں پر سخت نکیر فرماتے بلکہ کم سے کم روایت کرنے کا حکم دیتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ اس توسع سے منافقین اور فاجروں کو شکوک وشبہات اور کذب ومفسدہ کے ساتھ ہرزہ سرائی کا موقعہ ہاتھ نہ لگ جائے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر، زبیر بن عوام، ابوعبیدہ، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم بہت کم روایت نقل کرتے ہیں۔

www.jmpak.org

اور بعض صحابہ سے تو کوئی روایت نہیں ملتی جیسے عمر و بن نفیل اور سعید بن زید جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل چکی ہے۔

حضرت عمر کے اس طریقۂ کار کو صحابۂ کرام نے خلافت راشدہ اور بعد کے دور میں اپنایا اس کا خاص اہتمام کیا اور دوسروں تک حدیث پہنچانے میں انتہائی مہارت اور اتقان سے کام لیا بلکہ متن حدیث کے ایک ایک لفظ اور اس کے مفہوم تک کو ضبط کیا اس غایت احتیاط کے باوجود کوتاہی اور غلطی سے بہت زیادہ گھبراتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بکثرت حدیث حاصل کرنے کے باوجود اس دور میں بھی بعض صحابہ زیادہ حدیث نقل کرتے ہوئے نہیں ملتے اور بعض صحابہ تو ایسے بھی ہیں کہ سال سال بھر ایک روایت بھی نقل نہیں کرتے ایسے صحابہ بھی ملتے ہیں جن کے چہرے کا رنگ حدیث بیان کرتے وقت فق پڑ جاتا۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور کبھی تو بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا جیسا کہ عمر و بن میمون کے بیان سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں جمعرات کے دن بڑی پابندی سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں شریک ہوتا۔ لیکن میں نے ان کی زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے نہیں سنا۔ ایک روز شام میں حدیث بیان کرتے وقت صرف "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ گردن نیچے ڈال دی پھر اخیر تک نہیں اٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں، قمیص کی بٹن کھلی ہے۔ آنکھیں پُرنم اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی ہیں اور مختصر جملہ سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ اگر مجھے غلطی اور سہو کا ڈر نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی بے شمار حدیثیں بیان کرتا۔ حضرت انس کبھی نبی کی کوئی حدیث بیان کرتے تو گھبرا جاتے، اور حدیث بیان کر کے " او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " فرمادیا کرتے تھے۔ یہی معمول حضرت ابو درداء اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی تھا۔ امام شعبی تقریباً سال بھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں رہے۔ لیکن کبھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتے نہیں سنا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں

www.jinnpak.org

کہ مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روکتی تھی «مَن کذَبَ عَلَیَّ مُتعمّدًا فلیتبوأ مقعدہٗ مِنَ النّارِ» جو شخص جان بوجھ کر کوئی جھوٹ بات میری طرف منسوب کرے اس کا انجام جہنم ہے حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضؓ سے اُن کے صاحبزادوں نے کہا آباجان باہر سے آنے والوں کی طرح آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حدیثیں کیوں نہیں نقل فرماتے۔ فرمایا صاحبزادے جو بکثرت حدیث بیان کرے گا۔ اس کے بیان سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس ۱۲۰ صحابہ کو پایا کہ حدیث بیان کرتے یہ چاہتے کہ اُسے کوئی اور بیان کرتا تو اچھا ہوتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ کسی دوسرے صحابی کے پاس بھیج دیتے تھے۔ یہاں تک کہ سائل چکر کھا کر پھر پہلے صحابی کے پاس آجاتا تھا، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں سفر میں مکہ سے مدینہ تک ساتھ رہا۔ ایک حدیث کے سوا ان سے سفر بھر میں کچھ نہیں سُنا۔ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں سفر میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک رہا مگر اُن کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی نہیں سُن پایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ میں آپکو حضرت عبداللہ بن مسعود اور فلاں فلاں صحابی کی طرح حدیثیں بیان کرتے نہیں سنتا۔ حضرت زبیر رضؓ نے فرمایا یاد رکھو میں نے جب اسلام قبول کیا تو ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے نبی سے جدا نہیں رہا۔ مگر چونکہ میں نے آپ سے یہ حدیث سُنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ تب سے حدیث کم نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی فرماتے ہیں کہ ہم نے زید بن ارقم سے حدیث بیان کرنے کی جب درخواست کی تو انھوں نے کہا صاحبزادے! ہم تو ضعف پیری کی وجہ سے بھلا بیٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا کوئی کھیل (دل لگی) ہے؟

www.jmipak.org

غرض اس طرح صحابہ کرام نے حدیث کے معاملہ میں غایت درجہ اہتمام کیا اور بکثرت روایت کرنے میں محتاط رہے اس لئے کہ کثرت روایت غلطی اور کذب کا سبب ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جان بوجھ کر یا سہواً غلط بات منسوب کرنے سے منع فرمایا ہے آپ کا ارشاد ہے، من روی عنی حدیثاً وھو یعلم انہ کذب فھو احد الکاذبین جو شخص جانتے ہوئے کوئی غلط اور جھوٹ حدیث مجھ سے بیان کرے تو وہ بھی ایک جھوٹا ہے۔ ایک جگہ حضرت ابوہریرہ سے آپ کا ارشاد نقل ہے۔ "کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع" کسی کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ سنی ہوئی بات بلا تحقیق بیان کردے، صحابہ کرام تو عام حالات میں بھی کذب بیانی سے ڈرتے تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کذب بیانی کی جسارت کیسے کرتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حدیث میں کذب بیانی سے کام لینے کے بجائے اچھا یہ ہے کہ آسمان کی بلندی سے گر کر جان دیدوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے۔ اور لوگوں سے سنی ہوئی باتوں کی خوب چھان بین اور تحقیق کی تلقین کی ہے۔ اس لئے جرح وتعدیل اور تحقیق وجستجو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑا امتیازی مقام رکھتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے صحابہ نے بھی اخذ حدیث اور نقل حدیث دونوں میں غیر معمولی غور وخوض اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ "لیس العلم بکثرت الحدیث ولکن العلم الخشیۃ" بہت زیادہ روایت کرنا علم نہیں ہے علم تو خوف الٰہی کا نام ہے۔

عہد فاروقی میں صحابہ نے حدیث کی حفاظت کیسے کی اس کا اندازہ حضرت ابوہریرہ کے جواب سے ہوتا ہے۔ حضرت ابوسلمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں بھی حدیث بیان کرتے تھے۔ فرمایا میں جس طرح آج حدیث بیان کرلیتا ہوں اس وقت بیان کرتا تو فاروق اعظم مجھے کوڑے رسید کرتے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جتنی حدیث میں آج بیان کرلیتا ہوں۔ حضرت عمر کے زمانہ میں بیان کرتا تو مجھے

www.jmpak.org

لکڑی کے کوڑے سے مارتے۔ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ کی یہ سختی قرآن کریم اور حدیث دونوں کی حفاظت کے لئے تھی انھیں ڈر تھا کہ کہیں مسلمان صرف قرآن جمع کرنے میں نہ لگے رہ جائیں اس لئے پہلے خوب اہتمام سے قرآن جمع ہوا پھر صحابہ نے باقاعدہ پوری توجہ حدیث جمع کرنے پر مبذول کی جو عہد رسالت میں مرتب نہ ہو سکی تھی حضرت عمر نے خوب تحقیق کر کے کم سے کم روایت کرنے کا ایک نظام بنایا تاکہ نقل روایت میں کوئی غلطی نہ رہ جائے ہاں جن صحابہ کے غیر معمولی شغف، بے پناہ قوت حافظہ، ثقاہت اور اتقان سے فاروق اعظم واقف تھے انھیں حدیث بیان کرنے کی عام اجازت دے دی۔ اس پروگرام کی پوری جھلک اس وصیت نامہ میں بھی موجود ہے۔ جو ایک وفد کو روانہ کرتے وقت دیا تھا۔ حضرت قرظہ بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں کوفہ روانہ فرمایا اور مدینہ سے قریب مقام صرار تک خود رخصت کرنے آئے پھر فرمایا جانتے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ یہاں تک کیوں آیا ہوں ہم نے کہا رسول اللہ ﷺ کی محبت اور انصار کا خیال کر کے آپ نے یہ اقدام کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ایک حدیث بیان کرنے کے لئے یہاں تک آیا ہوں مجھے یقین ہے کہ میرے آنے کی وجہ سے تم اس حدیث کو یاد رکھو گے۔ پھر فرمایا دیکھو تم ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جن کے دلوں میں قرآن کی آواز ہانڈی کی طرح گونج رہی ہے۔ وہ جب تم کو دیکھیں گے تو تمہاری طرف لپکیں گے اور کہہ رہے ہوں گے۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں تم ایسے لوگوں سے روایت کم کرو۔ اس عمل میں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ جب کوفہ پہنچے تو لوگوں نے ان سے حدیث بیان کرنے کی خواہش کی۔ حضرت قرظہ نے فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے ہمیں حدیث بیان کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ہے کہ انھوں نے حضرت عمر کے اس طریقۂ کار کو اختیار کیا۔ اور لوگوں کو بکثرت روایت کرنے سے روک دیا۔ حضرت محمود بن لبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان سے منبر پر سنا ہے کہ کوئی شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

www.jmnpak.org

ایسی حدیث بیان نہ کرے۔ جسے میں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں نہ سُنی ہو۔ اس لئے کہ ہم اگر حدیث بیان نہیں کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہمیں یاد نہ ہو بلکہ ہمیں اوروں سے زیادہ اچھی طرح یاد ہوتی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔ ومن قال علیّ مالم اقل فقد تبوأ مقعدہٗ من النار، جو شخص میری طرف کسی ایسے قول کی نسبت کرے گا۔ جو میرا کہا ہوا نہ ہو تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مطمح نظر تھا۔ اور امیر معاویہ بھی یہی کہا کرتے تھے کہ حضورؐ کی بہت زیادہ روایات مت نقل کرو ہاں وہ روایت بیان کرو۔ جو عہد فاروقی میں نقل کیجاتی تھیں اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے باب میں لوگوں کو خداوند عالم سے ڈرایا کرتے تھے۔

حفاظتِ حدیث کے سلسلہ میں عام صحابہ کا بھی یہی طریقہ کار رہا ہے تاکہ جاہلوں اور نفسانیت پرستوں کو دسیسہ کاری کا موقعہ نہ ملے اور حدیث میں کسی غلطی کا شائبہ بھی نہ رہے اور کوئی بھی حدیث غیر صحیح طریق سے مروی ہونے کی بنا پر اس کا حکم ہی نہ بدل جائے۔ ان اندیشوں کی بنا پر صحابہ کرام نے حدیث کی حفاظت کے لئے یہ طریقہ مقرر فرمایا تھا جو بہر حال دینی احتیاط، اور اسلامی مصلحت اور غایت تقویٰ پر مبنی ہے۔ حاشا وکلا! قلت روایت حدیث بے رغبتی کی بنا پر نہیں ہے اور نہ کسی کے لئے صحابہ کرام کے طرز عمل اور فاروق اعظم کے سخت رویہ کی وجہ سے معاذ اللہ یہ سوچنے کی اجازت ہے کہ انھوں نے حدیث سے دلچسپی نہیں لی یا اُسے یونہی چھوڑے رکھا یہ انداز فکر تو اسی کا ہوگا۔ جو جاہل، ہوا خواہ، اور حدیث کا ادنیٰ سا عمل بھی نہ رکھتا ہو۔ جس کے دل میں صحابہ کی روحانیت کا کچھ ---------- اثر نہ ہو اور جس نے ان کے نور ہدایت سے کوئی روشنی بھی نہ پائی ہو۔ اس لئے کہ حدیث سے والہانہ اتباع، بے پناہ قلبی احترام اور غیر معمولی لگن تمام صحابہ کی مسلم ہے اور یہ بات بھی درجۂ تواتر تک پہنچ چکی ہے کہ جب بھی صحابہ کو کسی مسئلہ میں حلال وحرام کا سامنا ہوتا تو وہ اجتہاد سے پہلے قرآن کریم

کی طرف متوجہ ہوئے۔ اگر قرآن کریم میں حل مل جاتا تو اس پر کاربند ہوتے اور اگر قرآن میں حل نہ ملتا تو حدیث کی طرف رجوع کرتے اگر کوئی حدیث مل جاتی تو فبہا ورنہ پھر اجتہاد سے کام لیتے، مقدمات اور معاملات کے فیصلوں میں شیخین کا طریقۂ کار بھی بہت مشہور ہے حضرت صدیق اکبر رضؓ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر قرآن میں مل جاتا تو اسی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے اگر کتاب اللہ میں مسئلہ کا حل نہ ملتا تو سنت رسول اللہ میں تلاش فرماتے۔ اگر حدیث میں مل جاتا تو فیصلہ فرما دیتے اور اگر دونوں میں حل نہ پاتے تو لوگوں سے دریافت فرماتے کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے۔ بعض مرتبہ لوگ بتا بھی دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ بھی نہ ملتا تو ذمہ داروں کو جمع کرکے ان سے مشورہ فرماتے یہی حضرت عمر بھی کیا کرتے تھے۔ اور یہی طریقۂ کار تمام صحابہ کرام کا تھا۔ کیا اتنی تفصیلات کے بعد بھی کسی نابکار کو صحابہ کرام کی ذات کو ہدف طعن بنانے کا حق رہتا ہے ہرگز نہیں ہم اس سلسلہ میں بعض محدثین کرام کا موقف اور ان کے نقطۂ نظر کو پیش کر رہے ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کی رائے:۔ بعض ناعاقبت اندیش مبتدعین اور سنت کو نشانہ بنانے والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول "اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور حدیث سے صحابہ کی عدم دلچسپی اور بے التفاتی کو ثابت کیا ہے جو نہ کتاب کی منشا ہے نہ سنت کے سیاق وسباق میں اُن کے لئے کوئی جواز موجود ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ ثابت کرنا چاہتے ہیں چند وجوہات کی بنا پر بے بنیاد ہے جیسا کہ اہل علم نے ذکر کیا ہے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے تھا جو تا ہنوز قرآنی آیات کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے امیر المومنین نے یہ اندیشہ محسوس کیا کہ ان کی تمام تر دلچسپی کسی اور چیز سے نہ ہو جائے اس لئے کہ قرآن کریم ہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے

بعضوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر کی ممانعت کا تعلق ایسی روایتوں سے ہے جو نہ کسی حکم شرعی کا فائدہ دیتی ہیں اور نہ سنت ہو سکتی ہیں حدیث قرظہ سے بھی یہ سمجھنا کہ عہد فاروقی میں صحابہ کی حدیث سے دلچسپی کم تھی غلط ہے اسلئے کہ ایسے بھی دوسرے شواہد موجود ہیں جو فاروق اعظم کے ارشاد کے بالکل منافی ہیں مثلاً امام مالک اور معمر وغیرہ نے بحوالہ ابن شہاب زہری حضرت عمر سے شقیفہ بنی ساعدہ کا خطبہ نقل کیا ہے امیر المؤمنین نے جمعہ کے دن سقیفہ بنی ساعدہ میں خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا میں آج آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جسے کہہ دینا شاید میرے لئے مقدر ہے۔ جس نے اُسے یاد کیا۔ اُسے سمجھا وہ جہاں کہیں جائے لوگوں تک پہنچا دے اور جو شخص یاد نہیں رکھ سکتا تو میں اُسے اپنی طرف غلط بات منسوب کرنے کی اجازت نہیں دیتا یعنی ایسا شخص کسی سے بیان نہ کرے۔ اس خطبہ سے بخوبی واضح ہے کہ کثرتِ روایت سے منع فرمانا کذب بیانی کے اندیشہ سے تھا۔ مبادا بہت زیادہ روایت کرنے والے کہیں حفظ واتقان کا دامن چھوڑ نہ دیں۔ اس لئے کہ جو کم سے کم روایت کرے گا اس کی یادداشت بکثرت روایت کرنے والے سے زیادہ ہوگی۔ اور وہ سہو ونسیان سے خوب محفوظ بھی ہوگا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرنا بُرا یا ناگوار سمجھتے تو کیوں نہ مطلق روایت سے منع فرما دیتے اور کثرت وقلت کی قید ہی نہ رکھتے حالانکہ اس خطبہ میں وہ خود فرماتے ہیں: "من حفظ شیئا فلیحدث" جو یاد کرے اور ضبط بھی کرلے تو وہ حدیث بیان کرتا رہے۔ یہ بات تو ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ حضرت عمر نقلِ روایت سے منع بھی فرمائیں۔ پھر کم روایت کرنے کی اجازت بھی دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اندیشۂ کذب، امکانِ خطاء اور سہو ونسیان کی وجہ سے انھوں نے قلتِ روایت کا حکم دیا ہے مطلق روایت سے انھوں نے کبھی منع نہیں فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں مدینہ والوں کے نقل کردہ آثار صحیح ہیں۔ برخلاف قرظہ بن کعب کے اس لئے کہ اس کا مدار بیان بن بشر راوی پر ہے۔ جو امام شعبی کے حوالہ سے نقل کر رہے ہیں۔ اور بیان جو ثقہ راوی کی مخالفت کرتے ہیں اس باب میں حجت نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ ان کی بیان کردہ روایت کتاب وسنت دونوں کے

www.jmnpak.org

خلاف ہے قرآن کہتا ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" اور "مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"، اور ایسی آیات قرآن میں بے شمار ہیں، ان آیتوں کی پیروی، ان پر عمل، اور اس کے اوامر، منشاء و مراد سمجھنے کیلئے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔ پھر حضرت عمر کے بارے میں یہ شبہ کہ وہ حکم خدا کے خلاف احکام نافذ کرتے ہیں کیسے صحیح ہوگا۔ جبکہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی موجود ہے۔ فرماتے ہیں "خذوا عنی فی غیر ما حدثت وبلغوا عنی" میرے ارشاد کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بھی لے لو اور دوسروں تک پہنچا دو، اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جو فکر و نظر رکھنے والوں کے لئے روز روشن کی طرح حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔ بہرحال حضرت عمر بن خطاب کا یہ ارشاد محض کذب بیانی اور غلط روایت کے اندیشے سے بھی بچنے کی ایک حکیمانہ تدبیر ہے ایسا نہ ہو کہ لوگ نقل روایت کے جوش میں قرآن و سنت پر غور کرنا ہی چھوڑ دیں۔ اور عموماً بہت زیادہ روایت کرنے میں حوش و خرد اور فقہ و فراست سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "التمییز" میں حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فاروق اعظم فرماتے ہیں "من سمع حدیثا فادّاها کما سمع فقد سلم" جس نے حدیث سن کر جوں کے توں دوسروں تک پہنچا دیا۔ اس نے حق ادا کر دیا۔ ہمارے نقطۂ نگاہ کی تائید حضرت عمر کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ تعلموا الفرائض والسنة کما تتعلمون القرآن، جس طرح تم قرآن سیکھتے ہو اسی طرح حدیث اور فرائض دین بھی سیکھو حضرت عمر نے یہاں قرآن و سنت دونوں کو ایک ہی درجہ دیا وہ اپنے متعلقہ گورنروں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ تعلموا السنة والفرائض واللحن کما تتعلمون القرآن، جس طرح تم قرآن سیکھتے ہو اسی طرح فرائض دین، حدیث اور لحن بھی سیکھو، کلام کی غرض و غایت، طریقۂ استعمال، اور طرز استدلال کو بھی لحن کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے یہ مطالبہ

www.jmmpak.org

حدیث کے واقف کار لوگوں سے نہ صرف ایک جگہ بلکہ متعدد موقعوں پر کیا ہے۔ مثلاً انھوں نے مطالبہ کیا کہ عورت حدیث کی رو سے اپنے مقتول شوہر کی دیت میں وارث ہوگی۔ کسی حاملہ عورت کا جنین زدوکوب سے ساقط ہو جائے۔ تو اس کی ضمانت ایک غلام کی صورت میں دینا ہوگا۔ آخر حضرت عمر پر یہ شبہ کس بنیاد پر کیا جائے جبکہ انہی کا یہ قول ہے کہ ایاکم والرأی فان اصحاب الرأی اعداء السنن اعیتہم الاحادیث ان یحفظوھا، تم رائے زنی سے بچو اس لئے کہ قیاس کرنے والے حدیث وسنّت کے دشمن ہیں انھیں حدیث نے یاد کرنے سے عاجز رکھا ہے۔ فاروق اعظم کا یہ ارشاد بھی ہے خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بہترین سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یہ بھی حضرت عمرؓ سے منقول ہے " سیاتی قوم یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ، تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے۔ جو قرآن کے متشابہات میں تمہیں الجھائیں گے اور تم سے جدال کریں گے۔ تم ان کے مقابلہ میں حدیثیں پیش کرو اس لئے کہ کتاب اللہ کی منشاء کو سب سے زیادہ جاننے والے اصحاب حدیث ہیں اور علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ تمام روایتیں صحیح ہیں لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی روایت کے بارے میں مذبذب ہو اسے چھوڑ دے اور جسے اتقان اور خود اعتمادی کے ساتھ متن حدیث یاد ہو اسے بیان کرنے کی پوری اجازت ہے حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے فرمایا کہ بعض مرتبہ بہت سی روایت نقل کرنے والا رطب ویابس، صحیح وسقیم، اور قوی وحدیث روایت نقل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع، کسی انسان کو جھوٹا ہونے کے لئے اتنا بہت ہے کہ جو کچھ سنے بلا تحقیق بیان کردے اور حضرت عمر کا یہی مسلک ہو کہ روایت کم کی جائے تو بہرحال ترجیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو ہوگی۔ حضرت عمر کے قول کو نہیں اور استدلال بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے کیا جائے گا۔ آپ کا

www.jmipak.org

ارشاد گرامی ہے "نضر اللہ امرءا سمع مقالتی فوعاھا ثم ادا ھا ثم بلغھا"، خدا اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سُنی اُسے معنیٰ کے ساتھ محفوظ کیا اور دوسروں تک پہنچایا، آپ کا ارشاد ہے "تسمعون ویسمع منکم"، تم دوسروں سے اور دوسرے تم سے میری حدیثیں سنیں گے۔ بحوالہ ابوداؤد، احمد، حاکم،

علامہ خطیب بغدادی کی رائے

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی روایت حدیث پر نکیر اسلئے فرمائی تاکہ مسلمانوں میں دقتِ نظر، نکتہ آفرینی اور احتیاط پیدا ہو جائے انھیں اندیشہ تھا کہ کہیں مسلمان اعمال سے دور نہ جا پڑیں۔ اور حدیث کے ظاہر پر اعتماد کر بیٹھیں اس لئے کہ ہر حدیث کا نہ صرف ظاہری حکم ہوتا ہے۔ اور نہ ہر کوئی اس کے فقہی گوشے سے واقف ہوتا ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ حدیث مجمل ہوتی ہے۔ اور اس کی تشریح دوسری حدیث کرتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں لوگ ظاہری الفاظ اور مفہوم مخالف کو سب کچھ نہ سمجھ لیں۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا، سواری کا نام عفیر تھا آپ نے فرمایا معاذ تم جانتے ہو اللہ کے حقوق بندوں پر اور بندے کا حق اللہ پر کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اللہ ورسولہ اعلم" آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ کا حق تو یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندے کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ شرک نہ کرنے والوں کو عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ یہ سُنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں یہ خوشخبری لوگوں کو نہ سُنا دوں آپ نے فرمایا کہ نہیں ورنہ لوگ عمل سے بیگانہ ہو کر اسی پر تکیہ کر بیٹھیں گے، حضرت ابوعلی طوماری فرماتے ہیں۔ کہ ہم ابوالعباس احمد بن یحییٰ تغلب کے یہاں تھے اتنے میں ایک شخص نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی آمد پر "ابوبکر و عمر سیدا کھول اھل الجنۃ" فرمایا، ابوبکر و عمر جنت میں عمر دراز لوگوں کے سردار ہیں پھر فرمایا علی، یہ بات ان دونوں سے مت

www.jmmpak.org

کہہ دینا آخر آپ کے ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ ابوالعباس نے کہا کہ کہیں ان توصیفی کلمات کو سُن لینے کے بعد دونوں سے عمل میں کوتاہی نہ ہونے لگ جائے۔ حافظ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے بھی اسی اندیشہ کی بنا پر کثرت روایت سے منع فرمایا تھا کہ کہیں لوگ حدیث کی روایت میں عمل کو نظر انداز نہ کر دیں علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کے اس سخت رویہ کی وجہ ان لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے۔ جو صحابی نہ ہونے کے باوجود بہت سی باتوں کو حدیث میں شامل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقبول و مشہور صحابی کی کثرتِ روایت پر خلیفہ سختی سے کام لیتے تھے تو غیر صحابی کے لئے تو یوں بھی ضروری تھا کہ نقلِ روایت میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیں۔ غرض ان تدبیروں سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام غل و غش سے محفوظ رہی نہ کسی راہ سے کذب داخل ہوا اور نہ ایسے اجزاء شامل ہونے پائے جن کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں، بحوالہ خطیب حضرت عبداللہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے دمشق میں مسجد کے منبر پر حضرت معاویہ کو فرماتے سنا: لوگو! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط سے کام لو، ہاں وہ حدیثیں بیان کرنے کی اجازت ہے۔ جو عہد فاروقی میں نقل ہوتی رہی ہیں اسلئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث کے باب میں خدا سے ڈراتے تھے اور حدیث سلام کے ثبوت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرنے کی بھی یہی منشاء حضرت عمر کے پیش نظر تھی تاکہ کذب بیانی سے محفوظ رہ جائے

اوپر کی گذارشات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تمام صحابہ کرام حدیث دوسروں تک پہنچانے میں بہت زیادہ غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کیا کرتے تھے اور جب تک کسی حدیث کی صحت کا یقین نہ ہو جاتا۔ اسے بیان نہیں کرتے تھے بلکہ حفاظتِ حدیث کی جو صورت بھی ہوتی اُسے اختیار کرنے کے بڑے خواہش مند ہوتے تھے۔ صحابہ نے حفاظتِ حدیث کے لئے ایسی مؤثر اور محفوظ راہ اختیار کی کہ سنتِ نبوی میں رطب و یابس کی آمیزش کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ رہا حفاظتِ حدیث کا بیڑا اگرچہ تمام صحابہ نے اٹھایا تھا۔ لیکن ان میں حضرت عمر بن خطاب بہت زیادہ نمایاں ہیں جیسا کہ گذشتہ تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عمر سے حفاظتِ حدیث سے متعلق جو

www.jmipak.org

روایتیں بھی مروی ہیں وہ درحقیقت اشاعتِ علم اور روایتِ حدیث کے لئے بنیادی پتھر ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو تقویت پہنچتی ہے اسی لئے حضرت عمر کی وصیت اور ان سے منقول دوسری روایتوں میں نہ کوئی تناقض ہے نہ کسی کو کوئی اعتراض ہونا چاہئے اور اگر فاروق اعظم نے قلتِ روایت کا مطالبہ کیا بھی ہے تو بر بنائے احتیاط۔ اس لئے وہ ان صحابہ کیساتھ رعایت کرتے تھے جن کی یادداشت، ثقاہت، عدالت، اور فقہ و فراست مشہور ہے اور جن کی نظر حدیث کے مفہوم اور منشاء پر ہوتی تھی۔ پس امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جتنی ہدایات مروی ہیں سب کا حاصل حدیث کی حفاظت اور نشر و اشاعت ہے اور یہ حفاظت تحقیق و جستجو کے بغیر ناممکن ہے۔ اور روایت کم نقل کرنا کم سے کم غلطی کا سبب ہے یہی ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی کی رائے ہے۔ اور میرا بھی مسلک و نقطۂ نظر یہی ہے۔ بہرحال صحابہ نے حدیث کی طرف سے بے رغبتی نہیں برتی۔ بلکہ حدیث کی حفاظت میں ان کا مقام سب سے اولین اور اونچا ہے۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ضروری طور پر یہ بھی جان لیں۔ کیا بکثرت روایت کرنے والے صحابہ کرام کو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قید میں ڈال دیا تھا؟ ہم سب سے پہلے اس روایت کی صحت معلوم کریں گے، اگر اس اقدام کی نسبت حضرت عمر کی طرف صحیح ثابت ہوگئی تو یہ جاننا ہوگا کہ اس قید و بند کی آخر کیا نوعیت تھی۔ حضرت ابراہیم بحوالہ ذہبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے تین صحابہ کرام حضرت ابن مسعود، حضرت ابودرداء اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہم کو قید میں ڈال رکھا تھا۔ اور ان سے فرمایا تھا کہ تم بہت کثرت سے حدیث نقل کرتے ہو، یہ تینوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زبردست، متقی، اور خداترس صحابی ہیں کیا یہ بات قرینِ عقل ہے کہ فاروق اعظم نے انھیں قید میں ڈال دیا تھا اور وہ بھی کثرت روایت کے جرم میں۔ کیا کثرت روایت ایسا جرم ہے جس کی سزا قید ہو، ظاہر ہے کہ آدمی ایسی خبر سن کر دم بخود اور شکوک میں گھر کر ضرور پوچھے گا۔ اور جانے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ روایت کی قلت و کثرت کا کیا معیار ہے۔

www.imnpak.org

علامہ ابن حزم نے روایت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ اور امام شعبیؒ نے اس میں شک کیا ہے اس لئے کہ اس کی صحت بھی محل کلام ہے اور اس کے استدلال بھی درست نہیں۔ علاوہ ازیں یہ روایت کھلا ہوا جھوٹ اور ذہنی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عمر نے قید کیلئے نعوذ باللہ کوئی نہ کوئی بہانا تراشا ہوگا۔ جو کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ پھر بہانا بھی کیا ہو سکتا ہے حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی نشر و اشاعت سے روکا ہوگا۔ اور یہ باز نہ آئے ہوں گے۔ ان پر کتمان یا انکار حدیث کا الزام لگایا ہوگا۔ اور یہ سب صورتیں اسلام سے کھلی ہوئی بغاوت ہے جس سے حضرت عمرؓ کا دامن تقدس بے داغ ہے۔ اگر تمام صحابہ ان کی نظر میں متہم ہیں تو تنہا عمر کی کیا ہستی یہ تو ایسی بات ہے جسے کوئی منصف مزاج مسلمان کبھی باور نہیں کرے گا۔ اور اگر انھیں بلا الزام اور بلا وجہ قید کیا ہے تو نعوذ باللہ یہ فاروق اعظم کا ظلم ہے اب کوئی نادان اپنے برخود غلط مسلک کے لئے ایسی ملعون و من گھڑت روایتوں سے استدلال کر کے ان دونوں غلیظ نقطۂ نظر میں سے کسی کو اپناتا ہو تو اس کے اپنے نصیب سے پھر طرفہ تماشہ کہ یہی مخالف یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بہت زیادہ نقل کی ہے۔ انھوں نے کم و بیش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک پانچ سو کے قریب روایت نقل کی ہے۔ اس طرح حضرت عمر بھی بکثرت روایت نقل کرنے والوں میں شمار ہوئے۔ بلکہ چند ایک صحابی کے سوا ان سے زیادہ روایت نقل کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ کیجئے)

www.jmpak.org